أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

بیوہ کی مُناجات

جس میں حالتِ بیوگی کے صحیح صحیح خیالات جو کہ ہر اہلِ دل کے نزدیک
ہندوستان کی مجبور بیواؤں کے دل میں گزر سکتے ہیں

مولنا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم

نے

اپنے تمام ہموطن بھائی، ہندو اور مُسلمانوں کی عبرت کے لیے ایک فرضی بیوہ
کی مناجات کے پیرایہ میں بیان کیے ہیں ڈیوٹی بک ڈپو مدرسۃ العلوم
علی گڑھ کی طرف سے

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوئی

سنہ ۱۹۱۵ء

فہرستِ کتب

(موجودہ بُک ڈپو)

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	**آداب ملاقات** یعنی زنانہ میل جول کے مہذب طریق، جس میں مہمانداری ملاقات، میزبان کے ہاں جانا، طریق گفتگو، جسمانی صفائی، لباس و آرائش، شادی و غمی کا لباس، بچوں کا لباس، ملازم کا لباس، یوروپین بہنوں سے ملاقات ہاتھ ملانا، چاء، پان وغیرہ، آداب محفل، عیادت، ماتم داری، سوم، چہلم، وغیرہ، کنواری لڑکیوں کا پردہ عورتوں سے، غیرہ وغیرہ کے متعلق مفصل اور عمدہ طریقہ بیان کیے گئے ہیں۔	۶ر
۲	**عقیلہ بیگم** ۔ ایک کفایت شعار تعلیم یافتہ باشعور و عقیلہ بی بی کے بغیر ایک شاہ کی سلطنت کیسے برباد ہوگئی، اور اُس نے اپنے خاوند کو جو اوّل درجہ کا ہٹ دھرم اور آوارہ تھا کس طرح راہِ راست پر کرلیا، پھر اسی بیگم کی لیاقت اور تدابیر سے ایک مفلس لکڑہارا بڑا مالدار و ملک التجار بن گیا۔ نہایت دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں فسانہ عقیلہ بیگم لکھا گیا ہے۔ دوراندیشی اور لیاقت کا سبق دینے والا ہے۔ - - - -	۳ر
۳	**شریف بیبیاں** ۔ جب تک عام مستورات کو یہ نہ معلوم ہو کہ ہمارے فرقہ کی بہنیں (باقی بر صفحہ ج)	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک بیوہ کی مناجات

اے سب سے اول اور آخر
جہاں تہاں حاضر اور ناظر

اے سب داناؤں سے دانا
سارے تواناؤں سے توانا

اے بالا ہر بالاتر سے
چاند سے، سورج سے، امبر سے

اے سمجھے بوجھے بن سوجھے
جانے پہچانے بن بوجھے

سب سے انوکھے سب سے نرالے
سب سے اوجھل دل کے اجالے

اے اندھوں کی آنکھ کے تارے
اے لنگڑے لولوں کے سہارے

ناتیوں سے چھوٹوں کے ناتی
ساتھیوں سے بچھڑوں کے ساتھی

ناؤ جہاں کی کھینے والے
دکھ میں تسلی دینے والے

جب اب تب تجھ سا نہیں کوئی
تجھ سے ہیں سب تجھ سا نہیں کوئی

جوت ہے تیری جل اور تھل میں — باس ہے تیری پھول اور پھل میں
ہر دل میں ہے تیرا بسیرا — تو پاس اور گھر دور ہے تیرا
راہ تری دشوار اور سکڑی — نام ترا رہ گیر کی لکڑی
تو ہی ٹھکانا مسکینوں کا — تو ہی سہارا غمگینوں کا
تو ہی اکیلوں کا رکھوالا — تو ہی اندھیرے گھر کا اُجالا
لاگو اچھے اور بُرے کا — خواہاں کھوٹے اور کھرے کا
بید نراسے بیماروں کا — گاہک، مندے بازاروں کا
سوچ میں دل بہلانے والا — بپتا میں یاد آنے والا

اے بے وارث گھروں کے وارث — بے بازو بے پروں کے وارث
بے آسوں کی آس ہے تو ہی — جاگتے سوتے پاس ہے تو ہی
بس والے ہیں یا بے بس ہیں — تو نہیں جن کا وہ بے کس ہیں
ساتھی جن کا دھیان ہے تیرا — دُسراہٹ کی وہاں نہیں پروا
دل میں ہے جن کے تیری بڑائی — گنتے ہیں وہ پربت کو رائی
بیکس کا غمخوار ہے تو ہی — بُری بنی کا یار ہے تو ہی
دکھیا دکھی یتیم اور بیوہ — تیرے ہی ہاتھ ان سب کا ہے کھیوا
تو ہی ڈبوئے تو ہی ترائے — تو ہی یہ بیڑے پار لگائے

تو ہی مرض دے تو ہی دوا دے — تو ہی دوا اور میں شفا دے
تو ہی پلاوے زہر کے پیالے — تو ہی پھر امرت زہر میں ڈالے
تو ہی دلوں میں آگ لگائے — تو ہی دلوں کی لگی بجھائے
چمکارے چمکار کے مارے — مارے مار کے پھر چمکارے
پیار کا تیرے پوچھنا کیا ہی — مار میں بھی اک تیری مزا ہے

ای رحمت اور ہیبت والے — شفقت اور دباغت والے
ای اٹکل اور دھیان سے باہر — جان سے اور پہچان سے باہر
عقل سے کوئی پا نہیں سکتا — بھید ترے حکموں میں ہیں کیا کیا
ایک کو تو نے شاد کیا ہی — ایک کے دل کو داغ دیا ہی
اُس سے نہ تیرا پیار کچھ ایسا — اُس سے نہ تو بیزار کچھ ایسا
ہر دم تیری آن نئی ہے ؎ — جب دیکھو تب شان نئی ہے
یہاں پچھوا ہی وہاں پروا ہے — گھر گھر تیرا حکم نیا ہے
پھول کہیں کھلائے ہوئے ہیں — اور کہیں پھل آئے ہوئے ہیں
کھیتی ایک کی ہی لہلہاتی — ایک کا ہر دم خون سکھاتی
ایک پڑے ہیں دھن کو ڈبوئے — ایک ہیں گھوڑے بیچ کے سوئے
ایک نے جب سے ہوش سنبھالا — رنج سے اُس کو پڑا نہ پالا ؎

ایک مٹے اس جنجال میں آ کر — چین نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر
مینہ کہیں دولت کا ہے برستا — ہے کوئی پانی تک کو ترستا
ایک کو مرنے تک نہیں دیتے — ایک اکتا گیا جیتے جیتے
حال غرض دنیا کا یہی ہے — غم پہلے اور بعد خوشی ہے
رنج کا ہے دنیا کے گلا کیا — تحفہ یہی لے دے کے ہے یہاں کا
یہاں نہیں بچتی رنج سے بن — رنج نہیں سب ایک سے لیکن
ایک سے یہاں رنج ایک ہے بالا — ایک سے ہے درد ایک نرالا
گھاؤ ہیں گو ناسور کی صورت — پر اُسے کیا ناسور سے نسبت
تپ وہی دق کی شکل ہے لیکن — دق نہیں رہتی جان لیے بن
دق ہو وہ یا ناسور ہو کچھ ہو — دے نہ جواب امید کسی کو
روز کا غم کیوں کر سہے کوئی — آس نہ جب باقی رہے کوئی
تو ہی کر انصاف اے مرے مولا — کون ہے جو بے آس ہے جیتا
گو کہ بہت بندے ہیں پُرارماں — کم ہیں مگر مایوس ہیں جو یہاں
خواہ دکھی ہے خواہ سکھی ہے — جو ہے اک امید اس کو بندھی ہے
کھیتیاں جن کی کھڑی ہیں سوکھی — آس وہ باندھے بیٹھے ہیں مینہ کی
گھاٹا جن کی اسامی میں ہے — ساؤنی کی امید انھیں ہے
ڈوب چکی ہے جن کی اگیتی — دیتی ہے ڈھارس ان کو پچھیتی

ایک ہی اس اُمید پہ جیتا
ایک کو جو اولاد ملی ہے
سچ ہی یا قسمت میں خوشی ہے
غم نہیں اُن کو گو غمگیں ہیں
کال ہیں کچھ سختی نہیں ایسی
سہل ہے موجوں سے چھٹکارا
پر نہیں اٹھ سکتی وہ مصیبت
شاد ہو اس رہ گیر کا کیا دل
اُن اجڑوں کو کل پڑے کیونکر
اُن بچھڑوں کا کیا ہے ٹھکانا
اب یہ بلا ٹلتی نہیں ٹالی
آئیں بہت دنیا میں بہاریں
پڑے بہت باغوں میں جھولے
گئیں اور آئیں چاندنی راتیں
پر نہ کھلی ہرگز نہ کھلیگی
آس ہی کیا یہاں نام ہے دنیا
ایسے بدیسی کا نہیں غم کچھ

اب ہوئی بیٹی اب ہے بیٹا
اُس کو اُمنگ اب شادی کی ہے
کچھ ہے مگر اک آس بندھی ہے
جو دل نا اُمید نہیں ہیں
کال میں ہے جب آس ہمیں کی
جب کہ نظر آتا ہے کنارا
آئیگی جس کے بعد نہ راحت
مر کے گئیگی جس کی منزل
گھر نہ بسیگا جن کا جنم بھر
جن کو نہ ملنے دیگا زمانا
سمجھے ہیں جو تقدیر سے ٹلنے والی
عیش کی گھڑ گھڑیں پکاریں
ڈھاک بہت جنگل میں پھولے
برسیں کھلیں بہت برساتیں
وہ جو کلی مرجھائی تھی دل کی
جب نہ رہی یہ ہی تو رہا کیا
جن کو نہ ہو ملنے کی قسم کچھ

روتا اُن بن باسیوں کا ہے — ویسی نکالا جن کو ملا ہے
حکم سے تیرے پر نہیں چارا — کڑوی میٹھی سب ہی گوارا
زور ہی کیا پتّے کا ہوا پر — چاہے جدھر لے جائے اُڑا کر
تنکا اِک اور سات سمندر — جائے کہاں موجوں سے نکلکر
قسمت ہی میں جب تھی جدائی — پھر ملتی کس طرح یہ آئی
آج کی بگڑی ہو تو بنے بھی کل — ازل کی بگڑی خاک بنیگی
تو جو چاہے وہ نہیں ٹلتا — بندے کا یہاں بس نہیں چلتا
مارے اور نہ دے تو رونے — تھپکے اور نہ دے تو سونے
ٹھیرے بن آتی ہے نہ بھاگے — تیری زبردستی کے آگے
تجھ سے کہیں گر بھاگنا چاہیں — بند ہیں چاروں کھونٹ کی راہیں
تو مارے اور خواہ نوازے — پڑی ہوں میں تیرے دروازے
تجھی کو اپنا جانتی ہوں میں — تجھ سے نہیں تو کس سے کہوں میں
ماں ہی سدا بچے کو مارے — اور بچہ ماں ماں ہی پکارے

اے مرے زور اور قدرت والے — حکمت اور حکومت والے
میں لونڈی تیری دکھیاری — دروازے کی تیری بھکاری
موت کی خواہاں جان کی دشمن — جان پہ اپنی آپ اجیرن

اپنے پرائے کی دھتکاری
میکے اور سسرال پہ بھاری

سہکے بہت آزار چلی ہوں
دنیا سے بیزار چلی ہوں

دل پہ میرے داغ ہیں جتنے
منہ میں بول نہیں ہیں اُتنے

دُکھ دل کا کچھ کہہ نہیں سکتی
اس کے سوا کچھ کہہ نہیں سکتی

تجھ پہ ہی روشن سب دُکھ دل کا
تجھ سے حقیقت اپنی کہوں کیا

بیاہ کے دم پائی تھی نہ لینے
لینے کے یہاں پڑگئے دینے

خوشی میں بھی سکھ پاس نہ آیا
غم کے سوا کچھ راس نہ آیا

ایک خوشی نے غم یہ دکھائے
ایک ہنسی نے گل یہ کھلائے

کیسا تھا یہ بیاہ نناواں
جو ہیں پڑا اُس کا پرچھاواں

چین سے رہنے دیا نہ جی کو
کردیا ملیامیٹ خوشی کو

رو نہیں سکتی تنگ ہوں یہاں تک
اور روؤں تو روؤں کہاں تک

ہنس ہنس دل بہلاؤں کیوں کر
اوسوں پیاس بجھاؤں کیوں کر

ایک کا کچھ جینا نہیں ہوتا
ایک نہ ہنستا بھلا نہ روتا

لیٹے اگر سونے کے بہانے
پائینتی کل ہے اور نہ سرہانے

جاگ گئے تو بھی بن نہیں پڑتی
جاگنے کی آخر کوئی حد بھی

اب کل ہم کو پڑے گی مر کر
گور ہی سونی سیج سے بہتر

بات سے نفرت کام سے وحشت
ٹوٹی آس اور بجھی طبیعت

آبادی جنگل کا نمونہ
دنیا سونی اور گھر سونا

دن بھیانک اور رات ڈرانی
یوں گزری ساری یہ جوانی

بہنیں اور سہیلیاں میری
ساتھ کی تھیں جو کھیلیاں میری

مل نہ سکیں جی کھول کے مجھ سے
خوش نہ ہوئیں ہنس بول کے مجھ سے

جب آئیں رو دھو کے گئیں وہ
جب گئیں بے کل ہو کے گئیں وہ

کوئی نہیں دل کا بہلاوا
آ نہیں چکتا میرا بلاوا

آٹھ پہر کا ہے یہ جلاپا
کاٹوں گی کس طرح رنڈاپا

تھک گئیں میں دکھ سہتے سہتے
تھم گئے آنسو بہتے بہتے

آگ کھلی دل کی نہ کسی پر
گھل گئی جان اندر ہی اندر

دیکھ کے چپ چاپ نہ کسی نے
جان کو پھونکا دل کی لگی نے

دبی تھی بھوبل میں چنگاری
لی نہ کسی نے خبر ہماری

قوم میں وہ خوشیاں بیاہوں کی
شہر میں وہ دھومیں ساہوں کی

تہواروں کا آئے دن آنا
اور سب کا تہوار منانا

وہ چیت اور پھاگن کی ہوائیں
وہ ساون بھادوں کی گھٹائیں

وہ گرمی کی چاندنی راتیں
وہ ارمان بھری برساتیں

کس سے کہوں کس طور سے کاٹیں
خیر کٹیں جس طور سے کاٹیں

چاؤ کے اور خوشیوں کے سمیں سب
آتے ہیں خوش۔ کل جاتے ہیں جب

رنج میں ہیں سامان خوشی کے
اور جلانے والے جی کے

گھر برکھا اور پیا بدیسی ہا
آئیو برکھا کہیں نہ ایسی

دن یہ جوانی کے کٹے ایسے
باغ میں پنچھی قید ہو جیسے

رُت گئی ساری سر ٹکراتے
اُڑ نہ سکے پر ہوتے ساتے

ہو گی کسی نے کچھ کل پائی
مجھے تو شادی اُس نہ آئی

آس بندھی لیکن نہ ملا کچھ
پھول آیا اور پھل نہ لگا کچھ

رہ گیا دیکر چاند دکھائی
چاند ہوا پر عید نہ آئی

رُت بدلی پر ہوئی نہ برکھا
بادل گرجا اور نہ برسا

پھل کی خاطر برچھی کھائی
پھل نہ ملا اور جان گنوائی

ریت میں ذرے دیکھ چمکتے
دوڑ پڑی میں جھیل سمجھ کے

چاروں کھونٹ نظر دوڑائی
پر پانی کی بوند نہ پائی ۱۲

اے دین اور دنیا کے مالک
راجا اور پرجا کے مالک

بے پر اور پردار کے والی
اے سارے سنسار کے والی

پورب پچھم دکھن اُتر
بخشش تیری عام ہے گھر گھر

پیاؤ لگی ہے سب کے لیے یہاں
خواہ ہوں ہندو خواہ مسلماں

ہو نہ اگر قسمت سے کمی کی
کی نہیں بندی تو نے کسی کی

چیونٹا کیڑا مچھر بھنگا ، کچھوا مینڈک سیپ اور گھونگا
سارے پنچھی اور پکھیرو ، مور پپیہا سارس پدڑو
بھیڑ اور بکری شیر اور چیتے ، تیرے جلائے ہیں سب جیتے
سب پہ کھلا ہے در رحمت کا ، برس رہا ہے مینھ نعمت کا
خاک سے تو نے بیج اگائے ، پھر پودے پروان چڑھائے
سیپ کو بخشی تو نے دولت ، اور بخشا مکھی کو امرت
لکڑی میں پھل تو نے لگائے ، اور کوڑے پر پھول کھلائے
ہیرا بخشا کان کو تو نے ، مشک دیا حیوان کو تو نے
جگنو کو بجلی کی چمک دی ، ذرے کو کندن کی دمک دی
دَین سے تیری اے مرے مولا ، سب ہیں نہال ادنیٰ اور اعلیٰ
عام ہے سب پر تیری رحمت ، ہیں محروم مگر بدقسمت
پیڑ ہوں چھوٹے یا کہ بڑے ہاں ، فیض ہوا کا سب پہ ہے یکساں
پھلتے ہیں جو ہیں پھلنے والے ، جلتے ہیں جو ہیں جلنے والے
جب اپنی ہی زمیں ہو کلّر ، پھر الزام نہیں کچھ مینھ پر
سب کو ترے انعام تھے شامل ، ہم ہی نہ تھے انعام کے قابل
گر کچھ آتا بانٹ میں میری ، سب کچھ تھا سرکار میں تیری
تھی نہ کمی کچھ تیرے گھر میں ، نوَن کو ترسی ہیں سانجھر میں

راجا کے گھر پلی ہوں بھوکی
سدا برت سے چلی ہوں بھوکی

پھروں سوچتی ہوں یہ جی میں
آئی تھی کیوں میں اس نگری میں

ہونے سے میرے فائدہ کیا تھا
کس لیے پیدا مجھکو کیا تھا

آن کے آخر میں نے لیا کیا
مجھکو مری قسمت نے دیا کیا

نین دیئے اور کچھ نہ دکھایا
دانت دیئے اور کچھ نہ چکھایا

جنڈری دی اور خوشی نہ بخشی
دل بخشا۔ دل لگی نہ بخشی

رہی اکیلی بھری سبھا میں
پیاسی رہی بھری گنگا میں

چین سے جاگی اور نہ سوئی
میں نہ ہنسی جی بھر کے نہ روئی

آکے خوشی سی چیز نہ پائی
جیسی آئی ویسی نہ آئی

کھایا تو کچھ مزا نہ آیا
سوئی تو کچھ چین نہ پایا

پھول ہمیشہ آنکھ میں کھٹکے
اور پھل سدا گلے میں اٹکے

ہو نہ سکی کچھ دل سے عبادت
اور نہ جمی کاموں پہ طبیعت

کام سنوارا کوئی نہ یہاں کا
اور نہ کیا دھندا کوئی واں کا

کام آیا یہاں کوئی نہ میرے
اور نہ میں کام آئی کسی کے

قسمت نے جب سے منھ موڑا
آدمیوں کا ہو گیا توڑا

باپ اور بھائی چچا بھتیجے
سب رکھتی ہوں تیرے کرم سے

پر نہیں پاتی ایک بھی ایسا
جس کو ہو مری جان کی پروا

ناتیوں میں شفقت نہیں باقی — اپنوں میں یا اپنایت نہیں باقی
گھر ہی یہ اک حیرت کا نمونہ — سو گھر والے اور گھر سونا ہے
جس نے خدا کا خوف کیا کچھ — آکے کبھی یہاں پوچھ لیا کچھ
سو یہ خوشی کا دل کی ہے سودا — زور کسی پر اب نہیں اپنا
اس میں شکایت کیا ہے برائی — اپنی ہی قسمت کی ہے برائی
چین گر اپنے بانٹ میں آتا — کیوں تو عورت ذات بناتا
کیوں پڑتے ہم غیر کے پالے — کیوں ہوتے اوروں کے حوالے
آٹھ پہر کیوں دکھ یہ اٹھاتے — جیتے ہی جی کیوں ہم مرجاتے
دکھ میں نہیں یہاں کوئی کسی کا — باپ نہ ماں بھائی نہ بھتیجا
سچ یہ کسی سائیں کی صدا تھی — دو سکھ سمپت کا ہر کوئی ساتھی

تیرے سوا اے رحم کی بانی — کون سنے یہ رام کہانی
ایک کہائی ہو تو کہوں میں — ایک مصیبت ہو تو سہوں میں
حال نہ ہو دشمن کا ایسا — میرا نازک حال ہے جیسا
کوئی نہیں لاگو اب میرا — باپ نہ بھائی ساس نہ سسرا
آنکھ میں ایک اک کی ہوں کھٹکتی — پر اپنے بس مر نہیں سکتی ہوں
ماں اور باپ عزیز اور پیارے — بے کل ہیں جینے سے ہمارے

روکے پلک نم کر نہیں سکتی — ہنس کے غلط غم کر نہیں سکتی
روئیے تو سب وتے ہیں گھر کے — رونے نہیں دیتے جی بھر کے
ہنسئے تو ہنسنا عیب ہے ہم کو — کیونکہ الٰہی کاٹئے غم کو
گر سسرال میں جاتی ہوں میں — نحس قدم کہلاتی ہوں میں
میکے میں جس وقت ہوں آتی — رو رو کر ہوں سب کو رلاتی
جب سے یہ دن قسمت نے دکھائے — تکتے ہیں جو ہیں اپنے پرائے
میرا سدا ہنسنا اور رونا — بیٹھنا۔ اٹھنا۔ جاگنا۔ سونا
سچ ہے میرے سارا گھر ہی — میرے چلن پر سب کی نظر ہی
آپ کو ہوں ہر وقت مٹاتی — پہنتی اچھا ہوں نہ کھاتی
جانتی ہوں نازک ہے زمانہ — بات ہے اک یہاں عیب لگانا
موتی کی سی آب ہے عزت — جا کے نہیں آتی پھر حرمت
مہندی میں نے لگانی چھوڑی — پٹی میں نے جمانی چھوڑی
کپڑے مہینوں میں ہوں بدلتی — عطر نہیں میں بھول کے ملتی
سرمہ نہیں آنکھوں میں لگاتی — بال نہیں برسوں گندھواتی
دو دو چاند نہیں سر دھوتی — اٹھواروں کنگھی نہیں کرتی
کان میں پتے ہاتھ میں کنگن — پہن چکی جب تھی سہاگن
پہنچیوں کا ارمان نہیں اب — چوڑیوں کا کچھ دھیان نہیں اب

اُڑگئیں سب دل کی وہ ترنگیں — چاؤ رہے باقی نہ اُمنگیں

آپ کو یہاں تک میں نے مٹایا — پر دُنیا کو صبر نہ آیا

وہم نے ہی ایک ایک کو گھیرا — جب دیکھو تب ذکر ہے میرا

کھینچ چکا ہے میرا مقدر — داغ بدی کا میری جبیں پر

ملجاؤں گر خاک میں بھی میں — بچ نہ سکوں طعنوں سے کبھی میں

سچ اگلے لوگوں نے کہا ہے — "بد اچھا بدنام بُرا ہے"

جینے سے گھبرا گئی ہوں میں — اس دم سے تنگ آگئی ہوں میں

یوں نہ بُری اس جان پہ بنتی — ماں مجکو اے کاش نہ جنتی

رہتے ہم انجان بلا سے — دنیا مجھسے میں دنیا سے

اے بے آسروں کے رکھوّیا — اے ڈوبے بیڑوں کے کھوّیا

کیجیو میری کشتی بانی — آپہنچا ہے ڈوباؤ پانی

اب تیرے گی ترائی تیری — ڈوبی ناؤ دُہائی تیری

اے امبر کے چمکتے تارو — اے گھر کے در اور دیوارو

اے جانی پہچانی راتو — تنہائی کی ڈرانی راتو

اے نیک اور بد کے دربانو — دیکھتی آنکھو سنتے کانو

اِک دن اس گندی دنیا سے — جانا ہے مالک کے آگے

بوجھ ہیں وہاں سب تلنے والے	تیرے سب کے ہیں کھلنے والے
جب وہاں پوچھ ہو میری تیری	تم سب دیکھیو گواہی میری
میں نیکی کا دم نہیں بھرتی	پاکی کا دعوی نہیں کرتی
کیونکہ خطا سے بچ سکتا ہے	جس نے کچا دودھ پیا ہے
خواہ ولی ہو خواہ رشی ہو	اس سے رہائی نہیں کسی کو
گنوں اگر میں اپنی خطائیں	ہے یہ یقیں گنتی میں نہ آئیں
پر یہ خدا سے ڈر کے ہوں کہتی	منھ پہ آئے بن نہیں رہتی
خواہ بری تھی خواہ بھلی ہیں	بات سے اپنی نہیں ٹلی ہیں
پڑی تھی جب بے دید کے پالے	ہوئی تھی جب بیری کے حوالے
نام پہ دھونی اس کے رما کر	آن کو رکھا جان گنوا کر
ساتھ نہ قوم اور دیس کا چھوڑا	اور نہ خدا کے عہد کو توڑا
آئے اگر دنیا کو نہ باور	اب مجھے کچھ دنیا کا نہیں ڈر
میرا نگہبان اور رکھوالا	سب سے بڑا ہے جاننے والا

اے ایمان کے رکھنے والے	اے نیت کے پرکھنے والے
میں نہیں رکھتی کام کسی سے	چاہتی ہوں انصاف تجھی سے
حکم پہ چلتی تیرے اگر میں	چین سے کرتی عمر بسر میں

ناتی گر ہیں عقل کا کہنا — مجھ کو نہ پڑتا رنج یہ سہنا
کچھ نہ عدالت کا تھا ڈراوا — اور نہ مذہب کا اٹکاوا
ہے دستور یہی دنیا کا — آپ سے اچھا نام خدا کا
لیکن ہٹ پیاروں کی یہی تھی — مرضی غمخواروں کی یہی تھی
اپنے بڑوں کی ریت نہ چھوٹے — قوم کی باندھی رسم نہ ٹوٹے
ہو نہ کسی سے ہم کو ندامت — ناک رہے کنبے میں سلامت
جان کسی کی جائے تو جائے — آن میں اپنی فرق نہ آئے
دم پہ بنے جو اس کو سہوں میں — لوٹتی انگاروں پہ رہوں میں
درد نہ ہو دل کا کہیں ظاہر — چپکے ہی چپکے کام ہو آخر
مر مٹوں اور کچھ منہ پہ نہ لاؤں — جل بھنوں اور اف کرنے نہ پاؤں
گھٹ گھٹ کر دم اپنا گنوا دوں — جل جل کر آپے کو بجھا دوں
تجھ پہ ہے روشن اے مرے مولا — وقت یہ کیسا مجھ پہ پڑا تھا
بیڑا تھا منجدھار میں میرا — چار طرف چھایا تھا اندھیرا
تھاہ تھی پانی کی نہ کنارہ — تیرے سوا تھا کچھ نہ سہارا
شرم ادھر دنیا کی مجھے تھی — فکر ادھر عقبیٰ کی مجھے تھی
روکتے تھے حیلے مجھے دل کے — تھا مجھے جینا خاک میں مل کے
نفس سے تھی دن رات لڑائی — دور تھی نیکی پاس برائی

جان تھی میری آن کی دشمن | آن تھی میری جان کی دشمن
آن سنبھالے جان تھی جاتی | جان بچائے آن تھی جاتی
طے کرنے تھے سات سمندر | حکم یہ تھا ہاں پاؤں نہ ہو تر
کوسوں چاروں کھونٹ تھا پھیلا | حکم یہ تھا پلّا نہ ہو میلا
پیاس تھی لُوٹتی اور تھی کھرسا | اور دریا سے گزرنا پیاسا
دھوپ کی تھی پالے پہ چڑھائی | آگ اور گندک کی تھی لڑائی
درد اپنا کس سے کہوں کیا تھا | آگے پہاڑ اک مجھ پہ گرا تھا
نفس سے ڈر تھا مجھ کو بدی کا | اس لیے ہر دم تھی یہ تمنّا
مر جاؤں یا زندہ رہوں میں | تجھ سے مگر شرمندہ نہ ہوں میں
جان بلا سے جائے تو جائے | پر کہیں دینی بات نہ آئے
کی نہ کسی نے میری خوشی گو | میں نے کیا ناخوش نہ کسی کو
بات کسی کی میں نے نہ ڈالی | اپنے ہی دم پر سب کی بلا لی
جان نہ سمجھا جان کو اپنی | دیا نہ جانے آن کو اپنی
قول پہ اپنے جمی رہی میں | ہوئی نہ ڈانواں ڈول کبھی میں
دل تھاما آپ کو سنبھالا | سانس تلک منہ سے نہ نکالا
اور نہ اگر میں کرتی ایسا | کیونکر کرتی اور کرتی کیسا
بن نہیں آتی دیس سے بھاگے | کچھ نہیں چلتی دیس کے آگے

کہہ گئی سچ اک راج کماری
اے اچھے اور بُرے کے بھیدی
چھپی ڈھکی کے کھولنے والے
بھید دلوں کے جاننے والے
عیب اور گُن سب تجھ پہ روشن
عیب نہ اپنا تجھ کو جتانا
میں نہیں آخر پاک بدی سے
تو نے بنایا تھا مجھے جیسا
بس ہمیں جتنا تو نے دیا ہے
کان اور آنکھیں ہاتھ اور بازو
سب کو بدی سے میں نے بچایا
اُٹھتے بیٹھتے روکا سب کو
ہاتھ کو ہلنے دیا نہ بیجا
آنکھ کو اُٹھنے دیا نہ اُتنا
کان کو رکھا دُور بلا سے
روک کے اور یوں تھام کے آیا
ایک نہ سنبھلا میرا سنبھالا

"لاچاری پر بس ہے ہماری"
کھوٹے کے اور کھرے کے بھیدی
بُری بھلی کے تولنے والے
پاپ اور پُن کے چھاننے والے
پاپ اور پُن سب تجھ پہ ہیں روشن
ہے دائی سے پیٹ چھپانا
بنی ہوں پانی اور مٹی سے
چاہیئے تھا ہونا مجھے ویسا
اُس سے سوا قدرت ہمیں کیا ہے
جن جن پر تھا بس مجھے قابو
سب کو خودی سے میں نے ہٹایا
سوتے جاگتے ٹوکا سب کو
پاؤں کو چلنے دیا نہ ٹیڑھا
جس سے کہ پیدا ہو کوئی فتنا
اوپری آوازوں کی ہوا سے
میں نے یہ کاٹا اپنا رنڈاپا
تھا بیتاب جو اندر والا

حال کروں میں دل کا بیاں کیا — حال ہی دل کا تجھ سے نہاں کیا
دھوپ تھی تیز اور ریت تھی تپتی — مچھلی تھی ایک اُس میں تڑپتی
جان نہ مچھلی کی تھی نکلتی — اورنہ سر سے دھوپ تھی ٹلتی
گو دم بھر اس دل کی لگی نے — ٹھنڈا پانی دیا نہ پینے
تو ہی مگر اس بات کا دانا — میں نے کہا دل کا نہیں مانا
زور تھا میرا دل پہ جہاں تک — میں نے سنبھالا دل کو وہاں تک
تھامنا دل کا کام تھا میرا — اور تھامنا کام تھا تیرا
بگڑے اگر تو دل کی خطا پر — میں راضی ہوں تیری رضا پر
رکھ تکلیف میں یا راحت میں — ڈال جہنم یا جنت میں
اب نہ مجھے جنت کی تمنا — اور نہ خطرہ کچھ دوزخ کا
آئیگی جنت راس کب اُس کو — جلنے میں جس کی عمر کٹی ہو
ڈر دوزخ کا پھر اُسے کیا ہو — جس نے رنڈاپا جھیل لیا ہو
پر تجھ سے اک عرض ہی میری — رد نہو گر درگاہ میں تیری
جو قسمت نے مجھ کو دکھایا — خوش ناخوش سب میں نے اٹھایا
مجھ ناچیز کی ہی کیا طاقت — جو منہ پر کچھ لاؤں شکایت
عمر بہت سی کاٹ چکی ہوں — یہ دن بھی کٹ جائینگے جوں توں
اپنے لیے کچھ کہہ نہیں سکتی — پر یہ کہے بن رہ نہیں سکتی ۴

۴ میں ہی اکیلی نہیں ہوں دُکھیا + پڑی ہی لاکھوں پر یہی بپتا

بسَ کے بہت بیاں اُجڑ گئی گھر ‏ — بنَ کے ہزاروں بگڑ گئے گھر
جلیں کروڑوں اسی لپیٹ میں — پدموں پھُکیں اسی مرگھٹ میں
بالیاں ایک اک ذات کی لاکھوں — بیاہیاں ایک اک رات کی لاکھوں
ہوگئیں اخترا اسی الم میں — کاٹ گئیں عمریں اسی غم میں
سیکڑوں بیچاری مظلومیں — بھولی نادانیں معصومیں ننھی
بیاہ سے انجان اور منگنی سے — بنّے سے واقف اور نہ بنی سے
ماؤں سے جو مُنہ دھلواتی تھیں — رو رو مانگ کے جو کھاتی تھیں
تھپک تھپک تھے جنکو سلاتے — گھرک گھرک تھے جنکو کھلاتے
جن کو نہ شادی کی تھی تمنا — اور نہ منگنی کا تھا تقاضا
جن کو نہ آپے کی تھی خبر کچھ — اور نہ رنڈاپے کی تھی خبر کچھ
بھلی سے واقف تھیں نہ بُری سے — بدا سے مطلب تھا نہ بری سے
رخصت جاپے اور چوتھی کو — کھیل تماشا جانتی تھیں جو
ہوش جنھیں تھا رات نہ دن کا — گڑیوں کا سا بیاہ تھا جنکا
دو دو دو دن رہ کے سہاگن — جنم جنم کو ہوئیں بروگن
دولھا نے جانا نہ دُلھن کو — دُلھن نے پہچانا نہ سجن کو
دل نہ طبیعت شوق نہ چاہت — مُفت لگالی بیاہ کی تہمت
شرط سے پہلے بازی ہاری — بیاہ ہوا اور رہیں کنواری

سیلانی جب باغ میں آئے
پھول ابھی تھے کھلنے نہ پائے

پھول کھلے جس وقت چمن میں
جا سوئے سیلانی بن میں

پیت نہ تھی جب پایا پیتم
جب ہوئی پیت گنوایا پیتم

ہوش سے پہلے ہوئی ہیں بیوا
کب پہنچیگا پار یہ کھیوا

خیر سے بچپن کا ہی رنڈاپا
دُور پڑا ہی ابھی بڑھاپا

عمر ہی منزل تک پہنچانی ہا
کاٹنی ہی بھرپور جوانی

شام کے مرنے کا ہی یہ رونا
ساری رات نہیں اب سونا

آئی نہیں دُنیا میں ابھی
ایسی کسی بڑے پہ تباہی

آہیں بلکتی گئیں سسکتی
ہیں ترستی اور پھڑکتی

کوئی نہیں جو غور کرے اب
نبض پہ ان کی ہاتھ دھرے اب

دُکھ اُن کا آئے اور پوچھے
روگ اُن کا سمجھے اور بوجھے

چوٹ نہ جن کے دل پہ لگی ہو
وہ کیا جانیں دل کی لگی کو

بے دردوں سے پڑا ہی پالا
تو ہی اب اُن کا ہی رکھوالا

اپنی بیتی ہی یہ کہانی
اب یہ دھان سہے بن پانی

اے غمخوار ہر اک بے کس کے
حامی ہر عاجز بے بس کے

ہی اپنے عاجز بندوں پر
پیار ترا ماں باپ سے بڑھ کر

جس نے لگی میں تجھکو پکارا
سامنے تیرے ہاتھ پسارا

پھرا نہ خالی اس چوکھٹ سے
گیا نہ پیاسا اس پنگھٹ سے

کس کو زمانے نے ہی ستایا
تو نہیں جس کے آڑے آیا

اُجڑے کھیڑے تو نے بسائے
ڈوبے بیڑے تو نے ترائے

مظلوموں کی داد کو پہنچا
قیدیوں کی فریاد کو پہنچا

بنجر ملک آباد کرائے
اور زبردے آزاد کرائے

عام تری رحمت جب ٹھیری
دُور رہی پھر رحمت سے تیری

داد ہر اک مظلوم کی دے تو
اور رانڈوں کی خبر نہ لے تو

عورت ذات کا تنہا جینا
ہردم خون جگر کا پینا

گھر بسنے کی آس نہ رہنی
ساری عمر جُدائی سہنی

ہے وہ بلا جو سہی نہ جائے
بپتا ہے جو کہی نہ جائے

قدر اس کی یا تو پہچانے
یا جس پر گزری ہو وہ جانے

اے خاوند خداوندوں کے
مالک خاوندا ور بندوں کے

واسطہ اپنی خداوندی کا
صدقہ اپنی خداوندی کا

تو یہ کسی کو داغ نہ دیجیو
کسی کو بے وارث مت کیجیو

کیجیو جو کچھ تیری خوشی ہو
رانڈ مگر کیجیو نہ کسی کو

مسند تکیہ عزت حرمت — نوکر چاکر دولت حشمت
چاندی سونا نقدی غلّا — گہنا پاتا ٹوم اور چھلّا
سائیں بن جو چیز ہے گھر میں — خاک ہے سب عورت کی نظر میں
دل کی خوشی اک آس پہ تھی سب — سو وہ ہزاروں کوس گئی اب
پھول کچھ اب کانٹوں سے نہیں کم — جنت بھی ہو تو ہے جہنم
باغ نظر میں اُس کی خزاں ہے — آنکھیں تاریک اُس کی جہاں ہے
عیش ہے اُس کے واسطے ماتم — عید ہے اُس کے حق میں مُحرم
جس دُکھیا پر پڑے یہ بپتا — کر اُسے تو پیوند زمیں کا
یا عورت کو پہلے بُلالے — یا دونوں کو ساتھ اُٹھالے
یا یہ نہ ناویں ریت جہاں کی — جس سے گئی پرتیت یہاں کی
جس سے ہوئے دل سیکڑوں بسمل — جس نے ہزاروں کر دیئے گھائل
جس نے کلیجے آگ میں بھونے — جس نے بھرے گھر کر دیئے سونے
خوف دلوں سے کھو دیئے جس نے — شرم سے دیدے دھو دیئے جس نے
قوم کی جس بن آن ہے جاتی — دیس کی جس پر جان ہے جاتی
جس نے کیے دل رحم سے خالی — ریت ہے جو دنیا سے نرالی
قوم سے تو یہ ریت چھڑادے — بندیوں کی بیڑی یہ تڑادے
سہل اور مشکل تجھکو ہے یکساں — ہم کو ہے مشکل تجھکو ہے آساں

رنج اور دکھ قبضے میں ہیں تیرے
ہلتے ہیں پتے تیرے ہلائے
مٹھی میں ہیں تیری ہوائیں
تجھ سے ہے دریاؤں کی روانی
جھیل سمندر پربت رائی
ناتا رشتہ نسبت شادی
قوم کی ریتیں دیس کی رسمیں
کام کوئی مشکل نہیں تجھ کو
سوت لگے پتھر سے نکلنے

چین اور سکھ قبضے میں ہیں تیرے
کھلتے ہیں غنچے تیرے کھلائے
قابو میں ہیں تیرے گھٹائیں
تیرے بہائے بہتے ہیں پانی
کہنے میں ہے سب تیرے خدائی
سوگ رنڈاپا قید آزادی
کیا ہے وہ۔ جو تیرے نہیں بس میں
ایک یہ کیا۔ گر تیری خوشی ہو
ناؤ لگے ریتی میں پہ چلنے

اے عزت اور عظمت والے
دکھڑا تجھ سے یہ کہنا دل کا
دل یہ ہے جب برچھی کوئی چلتی
جب کوئی دکھ یاد آجاتا ہے
ورنہ ہے اس دنیا میں دھرا کیا
دکھ سے ہے یہاں کے گھبرانا کیا
عیش کی یہاں مہلت ہے نہ غم کی

رحمت اور عدالت والے
اک بشریت کا ہے تقاضا
آہ کلیجے سے ہے نکلتی
جی بے ساختہ بھر آتا ہے
خواب کا سا اک ہے یہ تماشا
سکھ یہ ہے یہاں کے اترانا کیا
سب یہ نمائش ہے کوئی دم کی

آنی جانی چیز ہیں خوشیاں
چلتی پھرتی چھانو ہیں ارماں

منگنی بیاہ برات اور رخصت
میل ملاپ سہاگ اور سنگت

ہیں دو دن کے سب بہلاوے
آگے چل کر ہیں پچھتاوے

ریت کی سی دیوار ہے دنیا
اوچھے کا سا پیار ہے دنیا

بجلی جیسی چمک ہے اُس کی
پل دو پل کی جھمک ہے اُس کی

پانی کا سا ہے یہ پُسارا
جگنو کا سا ہے چمکارا

آج ہے یہاں جنگل میں منگل
کل سُنسان پڑا ہے جنگل

آج ہے میلا ہر دم دونا
اور کل گاؤں پڑا ہے سُونا

آج ہے رہنے کی تیاری
اور کل ہے چلنے کی باری

آج ہے پانا کل ہے کھونا
آج ہے ہنسنا کل ہے رونا

کبھی ہے بادھا کبھی ہے گھاٹا
کبھی جوار اور کبھی ہے بھاٹا

ہار کبھی اور جیت کبھی ہے
اس نگری کی ریت یہی ہے

ساتھ سُہاگ اور سوگ ہے یہاں کا
ناؤ کا سا سنجوگ ہے یہاں کا

خوشی میں غم یہاں ملا ہوا ہے
امرت میں رس گھلا ہوا ہے

سیر کو جو اس باغ میں آئیں
دیکھ کے پھل کو ہاتھ لگائیں

یہاں ہر پھل اندراین کا ہے
دیکھنے سے چکھنے میں بُرا ہے

عیش جنھوں نے سدا اُڑائے
وہ بھی ہیں آخر کو پچھتائے

رہے ہیں گر کر چڑھے ہیں جو یہاں   گھٹے ہیں آخر بڑھے ہیں جو یہاں
جو بیاہے وہ ہیں پچھتاتے   بن بیاہے ہیں بیاہ مناتے
اس پھل کا ہے یہی پرکھیا   جو نہیں چکھا وہی ہے میٹھا
خوش ہنوں خوشیوں کے متوالے   ہیں یہ نشے سب اترنے والے
غم کی گھٹا آتی ہے گرجتی   گھڑی ہیں یہاں گھڑیاں بجتی
رہگیروں کا بندھا ہے تانتا   ایک آتا ہے ایک ہے جاتا
جو آئے ہیں ان کو ہے جانا   جو گئے ان کو پھر نہیں آنا
خواہ ہو رانڈ اور خواہ سہاگن   موت ہے سب کی جان کی دشمن
ایک ہے گو آج ایک سے بہتر   مر گئیں جب دونوں ہیں برابر
اور کوئی گر انصاف سے دیکھے   مر کے آئے نسبت نہیں اس سے
عیش گئی وہ چھوڑ کے یہاں کے   قید گئی یہ کاٹ کے یہاں سے
اسکو پڑی کل اس کی گئی کل   یہ گئی ہلکی وہ گئی بوجھل
اس کا دل اس دنیا سے اٹھانا   ہے ناخن سے گوشت چھٹانا
جان یہ آساں دیتی ہے ایسی   بو ہے نکلتی پھول سے جیسی
غم ہو غرض یا عیش ہو کچھ ہو   ہے یہیں جانا چھوڑ کے سب کو
تیرے سوا یہاں اے مرے مولا   کوئی رہا ہے اور نہ رہے گا
پڑی تھی سونی جب یہ نگریا   تیری ہی تھی یہاں کھڑی اٹریا

پھر یہ نگریا اُجڑ کے ساری — تیری ہی رہ جائیگی اٹاری
تھا نہ کچھ آگے تیرے سوا یہاں — اور رہے گا کچھ نہ سدا یہاں
یہاں کوئی دن دُکھ پایا تو کیا — اور کوئی دم سُکھ پایا تو کیا
اب نہ مجھے کچھ رنج کی پروا — اور نہ آسائش کی تمنا
چاہتی ہوں اک تیری محبت — اور نہیں رکھتی کوئی حاجت
گھونٹ اک ایسا مجھکو پلا دے — تیرے سوا جو سب کو بھلا دے
آئے کسی کا دھیان نہ جی میں — کوئی رہے ارمان نہ جی میں
فکر ہو اچھی کی نہ بُری کی — تیرے سوا دُھن ہو نہ کسی کی
کوئی جگہ اس دل میں نہ پائے — یاد کوئی بھولے سے نہ آئے
سینہ یہ تجھ سے بھرا ہو سارا — میت سمائے اُس میں نہ پیارا
دل نے بہت یہاں مجھکو ستایا — موت کا برسوں مزا چکھایا
خواب میں دیکھ اک سانگ نرالا — آگ میں جیتے جی مجھے ڈالا
میرا اور اپنا چین گنوایا — آپ جلا اور مجھکو جلایا
اُٹھ نہیں سکتے مجھ سے اب اک دم — یہ دنیا کے ناشدنی غم
دل میں لگن بس اپنی لگا دے — سارے غم اپنے غم میں کھپا دے
غیر کے رشتے توڑ دے سارے — دل کے پھپھولے پھوڑ دے سارے
جب مجھے تنہا کیا ہے پیدا — تو مجھے بندھوا کر نہ کسی کا

وہاں سے اکیلی آئی ہوں جیسی	ویسی ہی یہاں سے جاؤں اکیلی
ساتھ کوئی غم لیکے نہ جاؤں	تیرے سوا کھو دوں جسے پاؤں
دل نہ پھرے دنیا میں بھٹکتا	کوئی رہے کانٹا نہ کھٹکتا
جی سے نشاں پیاروں کا مٹا دوں	پیار کے منہ کو آگ لگا دوں
تو ہی ہو دل میں تو ہی زباں پر	مار کے جاؤں لات جہاں پر

پاؤں تجھے ایک اک کو گنوا کر
خاک میں جاؤں سب کو بھلا کر

باالخــــــــــــــیر

۲۵۳۱۹

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
	دنیا میں کیسے اچھے اچھے کام کرگئی ہیں جن کی وجہ سے آجتک اُن کا نام باقی ہی، اور اُن میں وہ کیا قابلیت تھی جس کی وجہ سے ساری دُنیا اُن کی تعریف کرتی ہی، اُس وقت تک عورتوں کو اپنی حالت درست کرنے کا شوق پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے یہ کتاب مشہور بیگمات و خواتین کے حالات کا ایسا اچھا انتخاب ہی کہ عمدہ اخلاق اور نیک تعلیم پیدا کرنے کے لیے کافی سبق ہی اور مستورات کے مطالعہ کیواسطے نہایت مفید ہی۔	۵ر
۴	**نساء المسلمین کامل**۔ یہ کتاب فاطمہ خانم ایک ترکی خاتون کی تصنیف ہے۔ اس میں پردہ، طریق نکاح، اور حقوق زنان وغیرہ پر مکالمہ کے طور پر دلچسپ پیرایہ میں بحث کی گئی ہی عورتوں کیواسطے نہایت مفید اور اخلاق درست کرنیوالا قصہ ہی۔ مترجمہ منشی سید احمد صاحب، بلا جلد - - - - - - - - -	۱۲ر
۵	**جیسی کرنی ویسی بھرنی**۔ یعنی نازبیگم کی بدمزاجیوں کا عبرتناک قصہ، جسے بیگم صاحبہ نانپارہ نے حسب فرمایش اڈیٹر صاحبہ اخبار تہذیب نسواں مستورات کے فائدے کے لیے مرتب کیا۔ - - - - - - - -	۱۰ر
۶	**نبی جی کی خوشی**۔ یعنی زنانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے قابل ایک نئے طرز کا مولود شریف مرتبہ ن۔ ب۔ صاحبہ بدایونی۔	۱۰ر
	مجموعۂ نظم حالی۔ مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی چودہ بے نظیر نظمیں	۸ر
	مسدس حالی شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم حالی کی نہایت مشہور و مقبول نظم۔ طبع جدید معہ ضمیمہ رنگین	۸ر

بفضلِ خدا

انسٹیٹیوٹ پریس ہیں (جو سر سید علیہ الرحمتہ کا قایم کردہ اور محمڈن کالج کی ملک ہونیکی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس کہی) جاتا ہے اور بیتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت و نفاست سے ہوتا ہے اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ مطبع کو اس کے قدیم و اہلِ نظر سرپرستوں کی جانب سے جیسے اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جاسکتی ہے۔ اہلِ ذوق و ضرورت ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ (نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سر سید علیہ الرحمتہ نے) کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ اور مفید و دلچسپ مضامین بھی شایع ہوتے ہیں۔ قیمت للعہ ششماہی ۳ اشتہارات کا نرخ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے۔

ہر قسم کی درخواستوں اور خط و کتابت کے لیے پتہ۔

منیجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ